مولانا ابوالکلام آزاد کی فکری بصیرت

اجمالی جائزہ

ڈاکٹر محمد اقبال سینیئر لکچرار شعبۂ فارسی جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

مولانا ابوالکلام آزاد جیسی شخصیتیں، صدیوں بعد معرض وجود میں آتی ہیں قدیم وجدید تہذیب کے امتزاج، تاریخ، ادب، شاعری اور فنون لطیفہ میں مہارت، سیاسی بصیرت اور تہذیبی وراثت اور عقلی فراست کا سراپا مولانا کی ذات تھی

جمال الدین افغانی، علامہ رشید رضا اور مفتی محمد بن عبدہ نے جو فکری کارنامے افغانستان مصر اور دنیائے عرب میں انجام دیئے وہ ابوالکلام نے الہلال اور البلاغ کے ہزارہا صفحات پر نقش کر دیئے۔ خلافت ترکی، بلقان، سمرنا، تھریس، جنگ جہان اول، استعماریت انگریز سامراج، ہٹلر کی عسکریت، مولانا کی نظروں سے کوئی چیز نہ بچ سکی۔ وہ ہندوستانی مسلمانوں میں ان واقعات پر قلم اٹھا کر ایک طرف ان کو اپنی عظمت رفتہ کو یاد دلاتے تھے اور دوسری جانب انگریز کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کی دعوت دے کر۔ عالم اسلام کو اور ہندوستانی مسلمانوں کو ایک نئی دنیا کی تعمیر کا سنگ بنیاد رکھنے میں مدد دے رہے تھے۔

مولانا نے جب شعور اور سمجھ کی دنیا میں قدم رکھا تو وہ ان کا عنفوان شباب تھا اور انہیں ہندوستان ہی نہیں عالم اسلام میں سیاسی تاریخی اور ثقافتی بے چینی کا ہنگامہ خیز منظر دیکھنے کو ملا چنانچہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ مولانا آزاد کی ذہنی افق پر صرف محدود ہندوستان کے حالات ہی نہیں تھے بلکہ پوری اسلامی دنیا اور ایشیا وافریقہ کی عظیم ناگفتہ بہ حالت بھی تھی اور یہی وجہ تھی کہ مولانا کی نظریں بہت دور بیں تھیں۔ پیشانی کشادہ تھی اور قلب بہت وسیع تھا وہ اسی وجہ سے کسی محدود دنیا کے اور کسی مخصوص طبقہ کے رہنے والے اور نمائندہ نہیں تھے۔ اگر غور

ہے دیکھا جائے تو ہم صحیح طور پر یہ اندازہ کر سکیں گے کہ انہوں نے وقت کی نبض کو پہچانا اور اس کا علاج کرنے میں اپنی پوری توانائی خواہ وہ قلم سے ہو خواہ زبان سے صرف کر دی۔

ہم کو اس بیسویں صدی کے آغاز کے ہندوستان کا حال معلوم ہے غدر کے بعد مسلمانوں کی زوال پذیر زندگی، تعلیمی، تہذیبی اور معاشی حیثیت سے ان کی بدحالی کی تصویر ابھی بہت زیادہ دھندلی نہیں ہوئی۔ سرسید اور ان کے رفقاء کار نے جو قدم اٹھایا مولانا اس سے متاثر ہوئے اور انہوں نے تعلیمی اور فکری طور پر مسلمانوں کو اس نہج پر لے جانے کی کوشش کی۔ لیکن ان کی کوششوں میں بڑا نمایاں فرق یہ تھا کہ وہ نئی انگریزی تہذیب و سیاست کے بجائے مسلمانوں کو ان کی اپنی اسلامی تہذیب اور ہندوستان میں رہ کر اپنا مشترکہ تمدن کو فروغ دینا چاہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ہندوستان کے آزادی خواہوں، انقلابیوں کے قلعہ میں بھی مانے پہچانے جاتے تھے اور دوسری طرف مسلمانوں کی اکثریت انکی تقریر اُن کی تحریر جو البلاغ، الہلال، ترجمان القرآن اور دوسرے انکے رسائل میں موجود تھے۔ اس سے متاثر ہوئی اور بہت دنوں انکے اس اعلان کا ڈنکا بجتا رہا۔

مولانا ابوالکلام آزاد کی جامع شخصیت ایسی مجمع الاوصاف تھی کہ وہ بیک وقت ممتاز سیاست داں، ماہر ادیب و انشاء پرداز، بے باک صحافی، عالم دین متین، شعلہ بیان خطیب صاحب فکر و نظر، پیکر اخلاق و شرافت، انسان دوست، محب وطن اور ماہر تعلیم تھے۔ مولانا ہندوستان کی جنگ آزادی کے صف اول کی ان نادر سیاسی شخصیتوں میں سے تھے جن کا دامن سیاست کی آلودگیوں سے کثیف نہیں ہوا۔ انہوں نے اپنی فکری و ذہنی صلاحیتوں سے خلوص نیت کے ساتھ ایک نئے معاشرے کی بنیادیں استوار کرنے کی سعی محکم کی اور دیگر بڑے رہنماؤں کے شانہ بشانہ ایک جمہوری قومی تشخص کی داغ بیل ڈالی۔ اس طرح انھوں نے ایک نئے معاشرے کی تشکیل اور متحدہ قومیت کی ذمہ داری قبول کی۔ اور اپنی زندگی کا نصب العین ایک خاص مقصد پر مرکوز رکھا۔ جس کا اظہار انہوں نے خود غبار خاطر میں کیا ہے۔

"زندگی بغیر کسی مقصد کے بسر نہیں کی جا سکتی، کوئی اٹکاؤ، کوئی لگاؤ، کوئی بندھن ہونا چاہیئے۔ جس کی خاطر زندگی کے دن کاٹے جا سکیں یہ مقصد مختلف طبیعتوں کے سامنے

مختلف علوم میں ان کا حصہ

زاہد بہ نماز و روزہ ضبطی دارد
صوفی بہ مراقبہ ربطی دارد [1]

مولانا کے افکار و نظریات جدید سائنسی فکر سے مطابقت رکھتے تھے۔ وہ عصری فکری میلانات اور سائنسی رجحانات و افکار سے ہندوستانی معاشرہ کی اور خاص کر مسلم معاشرہ کی از سر نو تعمیر سے اس کے مستقبل کو سنوارنا اور سجانا چاہتے تھے۔ مولانا کی ذات میں علم و عرفان کی ایک وسیع دنیا آباد تھی ایک طرف انہیں عربی و فارسی اور اسلامی علوم پر دسترس حاصل تھی تو دوسری طرف مغربی زبانوں اور اس کے ادب سے گہری واقفیت رکھتے تھے۔ مولانا کی فکری بصیرت اس درجہ عمیق و وسیع تھی کہ سیاسی تحریکیں ہوں یا فکری رجحانات، ادبی نظریات ہوں یا مذہبی نا دیے وہ اس کا مطالعہ گہرائی و گیرائی سے کرتے تھے۔ ان کی بلند فکر طبیعت دنیا کے تقاضوں کو وسیع پس منظر میں دیکھتی تھی اور حالات کا صحیح تجزیہ کرتی تھی۔ وہ ایک مذہب پرست جدید مفکر کے آدمی تھے۔

> بعض اعتبار سے ان کی طرز فکر بنیادی طور پر جدید تھی اور بعض دوسری باتوں میں ان کا ماضی سے بڑا گہرا رشتہ تھا اور وہ اس دور کے شعور کا ایک عکس تھے جسے روشن خیالی کا دور کہا جاتا ہے۔ مجموعی طور پر وہ ایک ایسے غیر معمولی فرد تھے جنہوں نے اس مقصد کو جس کے لئے وہ عمر بھر کوشاں رہے ایک امتیازی شان بخشی اور وہ بھی کچھ اس ڈھنگ سے جس کی کوئی ہمسری نہیں کر سکتا۔ پرانا نظام بدلتا ہے اور ہم اسے واپس نہیں لا سکتے۔ لیکن ہم اس سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں اس طرح ہم مولانا آزاد کی یاد دلوں میں تازہ کرتے ہوئے ان کی زندگی اور ان کی تعلیمات سے ایک بڑا سبق سیکھتے ہیں۔ [2]

مولانا عربی زبان و ادب، فارسی شاعری کے رموز، اسلامی تاریخ، علم اسلام کی جزوی اور کلی خوبیوں اور خامیوں سے واقف تھے وہ ان علماء میں سے تھے جن کو وقت کی رفتار کا اندازہ رہتا ہے۔ جو تولیا

---

۱ غبار خاطر، ص: ۷۰

۲ بحوالہ مولانا ابو الکلام آزاد۔ رشید الدین خاں

سے دیکھا جائے تو ہم صحیح طور پر یہ اندازہ کرسکیں گے کہ انہوں نے وقت کی نبض کو پہچانا اور اس کا علاج کرنے میں اپنی پوری توانائی خواہ وہ قلم سے ہو خواہ زبان سے صرف کر دی۔

ہم کو اس بیسویں صدی کے آغاز کے ہندوستان کا حال معلوم ہے غدر کے بعد مسلمانوں کی زوال پذیر زندگی، تعلیمی، تہذیبی اور معاشی حیثیت سے ان کی بدحالی کی تصویر ابھی بہت زیادہ دھندلی نہیں ہوئی۔ سرسید اور ان کے رفقاء کار نے جو قدم اٹھایا مولانا اس سے متاثر ہوئے اور انہوں نے تعلیمی اور فکری طور پر مسلمانوں کو اس نہج پر لے جانے کی کوشش کی۔ لیکن ان کی کوششوں میں بڑا نمایاں فرق یہ تھا کہ وہ نئی انگریزی تہذیب و سیاست کے بجائے مسلمانوں کو ان کی اپنی اسلامی تہذیب اور ہندوستان میں رہ کر اپنا مشترکہ تمدن کو فروغ دینا چاہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ہندوستان کے آزادی خواہوں، انقلابیوں کے قلعہ میں بھی جانے پہچانے جاتے تھے اور دوسری طرف مسلمانوں کی اکثریت انکی تقدیر اُن کی تحریر جو البلاغ، الہلال ترجمان القرآن اور دوسرے انکے رسائل میں موجود تھے۔ اس سے متاثر ہوئی اور بہت دنوں انکے اس اعلان کا ڈنکا بجتا رہا۔

مولانا ابوالکلام آزاد کی جامع شخصیت ایسی مجمع الاوصاف تھی کہ وہ بیک وقت ممتاز سیاست داں، ماہر ادیب و انشاء پرداز، بے باک صحافی، عالم دین متین، شعلہ بیان خطیب صاحب فکر و نظر، پیکر اخلاق و شرافت، انسان دوست، محب وطن اور ماہر تعلیم تھے۔ مولانا ہندوستان کی جنگ آزادی کے صف اول کی ان نادر سیاسی شخصیتوں میں سے تھے جن کا دامن سیاست کی آلودگیوں سے کثیف نہیں ہوا۔ انہوں نے اپنی فکری و ذہنی صلاحیتوں سے خلوص نیت کے ساتھ ایک نئے معاشرے کی بنیاد میں استوار کرنے کی سعی محکم کی اور دیگر بڑے رہنماؤں کے شانہ بشانہ ایک جمہوری قومی تشخص کی داغ بیل ڈالی۔ اس طرح انھوں نے ایک نئے معاشرے کی تشکیل اور متحدہ قومیت کی ذمہ داری قبول کی۔ اور اپنی زندگی کا نصب العین ایک خاص مقصد پر مرکوز رکھا۔ جس کا اظہار انہوں نے خود غبار خاطر میں کیا ہے۔

"زندگی بغیر کسی مقصد کے بسر نہیں کی جا سکتی، کوئی اٹکاؤ، کوئی لگاؤ، کوئی بندھن ہونا چاہیئے۔ جس کی خاطر زندگی کے دن کاٹے جا سکیں یہ مقصد مختلف طبیعتوں کے سامنے

مختلف شکلوں میں آتا ہے!! ؎

زاہد بہ نماز و روزہ ضبطی دارد
سرمد بہ می و پیالہ ربطی دارد [۱]

مولانا کے افکار و نظریات جدید سائنسی فکر سے مطابقت رکھتے تھے۔ وہ عصری فکری میلانات اور سائنسی رجحانات اور افکار سے ہندوستانی معاشرہ کی اور خاص کر مسلم معاشرہ کی از سر نو تعمیر سے اس کے مستقبل کو سنوارنا اور سجانا چاہتے تھے۔ مولانا کی ذات میں علم و عرفان کی ایک وسیع دنیا آباد تھی۔ ایک طرف انہیں عربی و فارسی اور اسلامی علوم پر دسترس حاصل تھی تو دوسری طرف مغربی زبانوں اور اس کے ادب سے گہری واقفیت رکھتے تھے۔ مولانا کی فکری بصیرت اس درجہ عمیق و وسیع تھی کہ سیاسی تحریکیں ہوں یا فکری رجحانات، ادبی نظریات ہوں یا مذہبی زاویے وہ اس کا مطالعہ گہرائی و گیرائی سے کرتے تھے۔ ان کی بلند فکر طبیعت دنیا کے تقاضوں کو وسیع پس منظر میں دیکھتی تھی اور حالات کا صحیح تجزیہ کرتی تھی۔ وہ ایک مذہب پرست جدید فکر کے آدمی تھے۔

> بعض اعتبار سے ان کی طرز فکر بنیادی طور پر جدید تھی اور بعض دوسری باتوں میں ان کا ماضی سے بڑا گہرا رشتہ تھا اور وہ اس دور کے شعور کا ایک عکس تھے جسے روشن خیالی کا دور کہا جاتا ہے: مجموعی طور پر وہ ایک ایسے غیر معمولی فرد تھے جنہوں نے اس مقصد کو جس کے لئے وہ عمر بھر کوشاں رہے ایک امتیازی شان بخشی اور وہ بھی کچھ اس ڈھنگ سے جس کی کوئی ہمسری نہیں کرسکتا۔ پرانا نظام بدلتا ہے اور ہم اسے واپس نہیں لاسکتے۔ لیکن ہم اس سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں اس طرح ہم مولانا آزاد کی یاد دلوں میں تازہ کرتے ہوئے ان کی زندگی اور ان کی تعلیمات سے ایک بڑا سبق سیکھتے ہیں۔ [۲]

مولانا عربی زبان و ادب، فارسی شاعری کے رموز، اسلامی تاریخ، عالم اسلام کی جزوی اور کلی خوبیوں اور خامیوں سے واقف تھے وہ ان علماء میں سے تھے جن کو وقت کی رفتار کا اندازہ رہتا ہے۔ جو لوگ

---

[۱] غبار خاطر۔ ص، ۷۰

[۲] بحوالہ۔ مولانا ابوالکلام آزاد۔ رشید الدین خاں

اور ملکوں کو واقعات اور حادثات سے پہلے ان کا اندازہ کر لیتے ہیں۔ اگرچہ عوام و خواص خواب خرگوش میں مبتلا رہتے ہیں مگر ان جیسے لوگ اپنی چشم بینا سے وہ سب کچھ دیکھتے ہیں۔ اس کا سدباب کرتے ہیں اور مجموعی حیثیت سے مسیحائی کرتے ہیں۔

مولانا کی جدت پسند، دور اندیش اور دور بین طبیعت نے سرسید کے ایک قومی نظریہ کو قبول نہیں کیا۔ جبکہ وہ سرسید کے خیالات و افکار سے متاثر تھے اور ان کی عظیم الشان علمی اصلاحی اور سماجی خدمات کے بھی معترف تھے۔ اپنے اس موقف کا اظہار وہ اس طرح کرتے ہیں۔

"میں سرسید مرحوم کی سیاسی رہنمائی کو ان کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی یقین کرتا ہوں مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی یقین کرتا ہوں کہ وہ انیسویں صدی کے ایک بڑے ہندوستانی مصلح تھے، اور انہوں نے ملک کے لئے شاندار اصلاحی اور تعلیمی خدمات انجام دیں۔"

(کانووکیشن ایڈریس ص۳)

ہندو مسلم اتحاد مولانا کا مقصد حیات تھا۔ ایک قومی نظریہ ان کے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ اور اس کا شرعی جواز انہوں نے قرآن کریم اور احادیث رسولؐ سے پیش کیا، مولانا سمجھتے تھے کہ مذہب اور شریعت کا معاملہ مسلمان کے لئے اس کا دین اور ایمان ہے اور وہ کسی بھی حال میں اس سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔ ان حالات کے پیش نظر مولانا اپنی سیاسی بصیرت کا اظہار پُر خلوص الفاظ میں اس طرح کرتے ہیں۔

"ہندوستان کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ احکام شرع کو سامنے رکھ کر حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھ کر، جو انہوں نے اہل مدینہ اور بت پرست لوگوں سے مصالحت کرتے ہوئے دکھایا۔ وہ نمونہ جو خود جناب سرور کائنات نے عملاً پیش کیا ہے اور عملاً اور حکماً جو تعلیم قرآن نے دی ہے، ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ فرض شرعی ہے کہ وہ ہندوستان کے ہندوؤں سے کامل سچائی کے ساتھ عہد محبت کا پیمان باندھ لیں۔ اور ان کے ساتھ مل کر ایک قوم ہو جائیں۔ ۔ ۔ اب میں مسلمان بھائیوں کو سنانا چاہتا ہوں کہ خدائی آواز کے بعد سب سے بڑی آواز جو ہو سکتی ہے وہ محمدؐ کی آواز تھی۔ اس وجود مقدس نے عہد نامہ لکھا۔ یہ اس کے الفاظ ہیں۔ اِنَّهُ اُمَّة

واحدہ "ہم ان تمام قبیلوں سے جو مدینہ کے اطراف میں بستے ہیں، صلح کرتے ہیں اتفاق کرتے ہیں۔ اُمت کے معنی ہیں قوم اور نیشن اور واحدہ کے معنی ہیں ایک" ۱

ہم مولانا کی عربی دانی کا بہترین مظاہرہ ان کی قرآنی تفسیر میں دیکھتے ہیں سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں انہوں نے مسئلہ ربوبیت کو جس طرح دنیا کے سامنے پیش کیا اور رب العالمین کا جو تصور پیش کیا وہ تفسیر کی دنیا میں ایک عظیم انقلاب تھا۔ خدا سب کا ہے وہ پروردگار عالم اور معبود ہر دو عالم ہے اور ہر ذی روح بلا فرق مذہب و ملت اس کا بندہ ہے۔ قرآن فہمی کا جو تصور مولانا نے دنیا کے سامنے رکھا وہ بالکل انوکھا اور نیا تھا۔ مولانا کی تصنیف ترجمان القرآن کے بارے میں علماء دین کا مختلف ردعمل ہوا اور سب نے اپنی اپنی فکری بصیرت سے اس پر اظہار خیال فرمایا۔ ذیل میں حضرت مولانا سید سلیمان ندوی کے تبصرہ کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے:

> اس میں سورۂ فاتحہ کے ایک ایک لفظ کی ایسی دل نشین اور بصیرت افروز تفسیر ہے کہ اس سے سورہ کے ام الکتاب (اصل قرآن) ہونے کا مسئلہ مشاہدہ معلوم ہونے لگتا ہے اور اسلام کے تمام مہمات مسائل اور اصول دین پر ایک تبصرہ ہو جاتا ہے خصوصاً قرآن پاک کے طرز استدلال خالق کائنات کی ربوبیت و رحمت کے آثار و دلائل اتنی تفصیل سے لکھے ہیں کہ مصنف کی وسعت علم و نظر کی داد بے اختیار دینی پڑتی ہے۔" ۳

اسی تفسیر میں سکندر ذوالقرنین کے بارہ میں مولانا کا نظریہ جس قدر علمی تحقیقی اور فکری تھا اس کا اعتراف خود ایرانیوں نے کیا اور وہاں کے ہخامنشی بادشاہ سے سکندر کی مطابقت اور مشابہت کو حقیقت کا درجہ دینا مولانا کا تحقیقی اور تاریخی کارنامہ ہے۔

مولانا نے ادبی اور صحافتی دنیا میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ ان کی تحریروں میں تذکرہ اور غبار خاطر، زبان و بیان کے لحاظ سے انشاء پردازی کے بہترین نمونے

---

۱ بحوالہ مآثر مولانا ابوالکلام آزاد ص ۶۴، ۶۵ پروفیسر خلیق احمد نظامی۔

۲ مولانا ابوالکلام آزاد ص ۷۰ پروفیسر رشید الدین خاں۔

۳ معارف اکتوبر ۱۹۳۲ء (بحوالہ مضمون صباح الدین عبدالرحمن ص ۳۰۹)

میں سے ایک ہے۔ الہلال اور البلاغ کے پُر زور دینی و سیاسی مضامین اور اسلوب تحریر صحافت کی دنیا میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

تذکرہ پڑھیے اور زبان و بیان کا انداز دیکھیے، الفاظ کی شان و شوکت جملوں کی نشست و برخاست اور تراکیب و اصطلاحات کا وہ عربی فارسی امتزاج اردو زبان کو کیا شان اور طمطراق بخشتا ہے مولانا ایک دریائے پُر موج اور بیکراں جوش و خروش میں قاری کو بہالے جاتے ہیں اور ساحل پر پہونچکر اسے ہوش کی دنیا میں آکر جو عظمت، حوصلہ، عزم اور راحت ملی ہے وہ بھی مولانا کے فکر کا اعجاز ہے

غبار خاطر بیان و اسلوب نگارش کے لحاظ سے شاہکار ادبی شہ پارہ ہے اور فارسی کے بہترین برگزیدہ اشعار کا مجموعہ ہے جو مولانا نے لکھتے وقت اپنے حافظہ سے بے تکلف سپرد قلم کردیئے۔ وہ ان کی فارسی دانی کا بین ثبوت ہے۔

مولانا کی سب سے بڑھ کر قابل ذکر خوبی یہ ہے کہ ان کی تحریریں اور تقریریں خواہ وہ ادبی موضوع پر ہوں یا سیاسی موضوع پر، ان میں الفاظ کی بندش و چستی اور زبان و بیان میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہے۔ جس طرح ان کی تحریریں شگفتہ و شائستہ اور دلکش ہیں اسی طرح انھوں نے تقریر میں بھی گل افشانیاں کی ہیں۔

یہ کمال بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے کہ ان کی تحریر و تقریر میں یکسانیت ہو عام طور پر جذبات کی رو میں تقریر میں وہ الفاظ ادا نہیں ہو پاتے جو تحریر میں مؤثر طور پر آجاتے ہیں لیکن یہ مولانا کا ہی طرہ امتیاز ہے کہ جامع مسجد کی وہ تاریخی تقریر جو انہوں نے آزادی کے بعد کی تھی، ایک طرف وہ انکے زخم خوردہ دل کی دردناک پکار، ایک ہمدرد، غمخوار دل کی صدائے بازگشت تھی تو دوسری جانب ان کے طرز خطابت کا بہترین نمونہ ہے جس میں گرفتہ دل کے باوجود ان کے انداز خطابت، طرز تکلم اور جملوں کی بندش و چستی میں ان کی تحریروں سے مختلف نہیں ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

تمہیں یاد ہے میں نے تمہیں پکارا تم نے میری زبان کاٹ لی میں نے قلم اٹھایا اور تم نے میرے ہاتھ قلم کردیئے، میں نے چلنا چاہا تم نے میرے پاؤں کاٹ دیئے، میں نے کروٹ لینی چاہی تم نے میری کمر توڑ دی ـــ میں نے تمہیں خطرے کی شاہراہ پہ جھنجھوڑا لیکن تم نے میری صدا سے نہ صرف احتراز کیا بلکہ غفلت و انکار کی ساری سنتیں تازہ کردیں۔ نتیجہ معلوم ہے کہ آج ان ہی خطروں نے